ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ڈاکٹر منیر حسین ❁

آزاد کشمیر میں خودنوشت کی روایت

Autobiography in Azad Kashmir

By *Dr. Munir Hussain, Subject Specialist Urdu, Govt. HSS, Tain, Rawalakot, Azad Kashmir.*

ABSTRACT

The state of Azad Kashmir came into being on 24th October 1947. This State comprising of three administrative divisions i.e. Mirpur, Poonch and Muzzaffarabad. Sardar Muhammad Ibrahim Khan was pioneer President of this State. Azad Kashmir has rich Cultural and literature history. Tradition of autobiography in Kashmir has before its invasion. Now a days Autobiography of Azad Kashmir imposes in artistes dimensions. Autobiography authored by Chaudhary Ghulam Abbas, Sardar Muhammad Ibrahim Khan, Muhammad Khaliq Ansari, Muhammad Akram Khan, Abdul Ghafoor, Syed Munzoor Hussain Ghalani, Muhammad Saleem and Professor Muhammad Akram are great contributions to for Urdu literature. These autobiography has signifying material for Kashmir freedom fighter movements. These books also has close relation with aesthetic culture of Azad Kashmir and its liture history. These tradions also have strong influence of Kashmir freedom movements. Pioneer of these books has full command of Kashmir issue and they also witness of Indian autrocites in homeland. Behind the autobiography authors also highlight main problem of people of Azad Kashmir.

Keywords: Administrative, Literature, Autobiography, Aesthetic, Pioneer.

برعظیم اور وسطی ایشیا کے قلب میں واقع خطہ جموں و کشمیر کئی صدیوں سے جین مت، بدھ مت اور ہندومت

❁ ماہرِ مضمون اردو، ٹائیں، راولاکوٹ، آزاد کشمیر

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کا مسکن رہا ہے۔ چودھویں صدی عیسوی کے ربع اول میں یہاں مبلغین اسلام کی کاوشوں کے نتیجے میں اسلام کا نور پھیلنا شروع ہوا۔ سلطان صدرالدین (۱۳۲۰ء۔۱۳۲۳ء) کشمیر کا اولین مسلمان بادشاہ بنا۔ اس کے بعد کشمیر میں مسلمان سلاطین کا دور ۱۵۸۶ء تک جاری رہا۔ بادشاہ اکبر (۱۵۴۲ء۔۱۶۰۵ء) کے دور اقتدار میں مغلوں نے ۱۵۸۶ء میں کشمیر پر قبضہ کیا جو ۱۷۵۲ء تک جاری رہا۔ مغلیہ سلطنت جب زوال پزیر ہونا شروع ہوئی اس وقت کشمیر پر افغانوں نے قبضہ کر لیا اس طرح کشمیر ۱۸۱۹ء تک افغانوں کے زیرِ تسلط رہا۔ افغانوں کے بعد کشمیر پر سکھوں کا قبضہ ہوا جو ۱۸۴۶ء تک جاری رہا۔ جب سکھ سلطنت روبہ زوال ہوئی تو ۹/ مارچ ۱۸۴۶ء کو کشمیر ایسٹ انڈیا کمپنی کی عمل داری میں آ گیا۔ انگریزوں نے بدنام زمانہ معاہدہ امرتسر بمطابق ۱۶/ مارچ ۱۸۴۶ء کشمیر کو مہاراجا گلاب سنگھ (۱۷۹۲ء۔۱۸۵۷ء) کے ہاتھ پچھتّر لاکھ نانک شاہی میں ۸۴۴۷۱ مربع میل کا علاقہ فروخت کر دیا۔ اب کشمیر کی قسمت کے مالک ڈوگرہ خاندان تھا جس نے ۱۹۴۷ء تک کشمیر کو اپنی غلامی میں رکھا۔ تقسیم ہندوستان کے وقت جب کشمیر کی سرزمین آزادی کی منزل کے قریب پہنچ کر دولخت ہوگئی مہاراجا کی عیاری، انگریزوں کی سازشوں اور ہندوؤں کی مکاری کی بدولت کشمیر پر بھارت نے فوجی طاقت کے بل بوتے پر قبضہ کر لیا۔ چین اور روس کی سرحدوں سے قربت کی وجہ سے اس علاقے کی خاص اہمیت تھی۔ مقامی افراد کی مسلح جدوجہد کی بدولت جو علاقہ بھارت کے تسلط سے آزاد کروالیا گیا تھا اس پر ۲۴/ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر قائم کی گئی۔ بھارتی تسلط سے آزاد شدہ علاقہ جس کا رقبہ ۴۱۴۴ مربع میل اور آبادی اس وقت تقریباً پینتالیس لاکھ اور دارالحکومت مظفرآباد ہے اس علاقے کو آزاد کشمیر کہتے ہیں جو پاکستان کے زیرِ انتظام ہے۔

آزاد کشمیر کا علاقہ عظیم علمی وتہذیبی ورثے کا امین ہے نامور تاریخ دان پروفیسر نذیر احمد تشنہ اپنی تصنیف ''اوراقِ جموں وکشمیر'' میں میرپور میں اٹھارویں صدی عیسوی میں اردو ادب کی اہم صنف مثنوی نگاری کے ابتدائی خدوخال کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> صوبہ جموں کے شہر میرپور میں ۱۷۱۷ء میں غلام محی الدین میرپوری نے گلزار فقیر کے نام سے ۵۲۰ اشعار کی چالیس صفحات میں اردو میں مثنوی لکھی۔[۱]

میاں محمد بخش (۱۸۳۰ء۔۱۹۰۷ء) کا تعلق بھی آزاد کشمیر میں شامل علاقے میرپور کے ایک گاؤں کھڑی شریف سے ہے۔ آپ نے صوفیانہ شاعری میں ''سیف الملوک'' کے عنوان سے ایک تصنیف تخلیق کی جس کے متعلق محمد سعید اسعد تحریر کرتے ہیں کہ ''سیف الملوک ۱۸۵۵ء سے ۱۸۶۲ء تک ضلع کوٹلی کے موضع کھوئی رٹہ کے قریب پنجنی شریف میں قیام کے دوران لکھی۔''[۲] علامہ اقبال جب ۱۹۲۱ء میں سری نگر تشریف لے گئے تو آپ کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

بھی مظفرآباد سے گزر ہوا۔ قائداعظم ۱۹۴۴ء میں جب کشمیر تشریف لائے تو واپسی پر آپ نے مظفرآباد کے دو میل ریسٹ ہاؤس میں قیام کیا۔

ایک باشعور انسان کی حیات میں مشاہدات اور واقعات کا ایک انبوہ موجود ہوتا ہے لیکن ادیب کا کام یہ ہوتا ہے کہ اس انبوہ کثیر سے ان واقعات کو صفحہ قرطاس پر لانا جو قارئین کے لیے معلومات کا سبب بھی ہوں اور مشاہدات کا غالب عنصر بھی رکھتے ہوں۔ خودنوشت سوانح عمری کسی بھی فرد واحد کی اپنی سرگزشت ہوتی ہے جس میں وہ اپنے تجربات زندگی اور مشاہدات حیات کو موضوع سخن بناتا ہے۔ کشمیر میں خونی لکیر کھینچنے سے قبل جو خودنوشت کی روایت ملتی ہے اس میں کشمیری نژاد محمد دین فوق (۱۸۸۷ء۔۱۹۴۵ء) کا نام سرفہرست ہے آپ کی تصنیف ''سرگزشتِ فوق'' کو اولیت حاصل ہے لیکن یہ تصنیف زیور طباعت سے آراستہ نہ ہوسکی۔ آزاد کشمیر کی اہم خودنوشت کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

ا۔ کش مکش از چوہدری غلام عباس

چوہدری غلام عباس کی پیدائش ۱۹۰۴ء کو جموں میں ہوئی۔ آپ نے پرنس ویلز کالج جموں سے بی اے اور جامعہ پنجاب سے قانون کی ڈگری حاصل کی۔ آپ نے کشمیری مسلمانوں میں سیاسی شعور بیدار کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ریاست جموں وکشمیر کی اولین سیاسی جماعت آل جموں وکشمیر مسلم کانفرنس کے پہلے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ آپ آزاد کشمیر حکومت کے نگران اعلیٰ کے منصب پر فائز رہے۔ آزاد کشمیر حکومت نے آپ کو ''قائدِ کشمیر'' کا خطاب سے نوازا۔ آپ کا انتقال ۱۸/ دسمبر ۱۹۶۸ء کو ہوا۔ آپ کو فیض آباد، راولپنڈی میں سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کی خودنوشت ''کشمکش'' کے عنوان سے ۱۹۵۰ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ تصنیف کل چھبیس ابواب کا مرقع ہے جس میں مصنف کی نجی اور سیاسی زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔ آپ ایک عملی، سچے اور کھرے سیاست دان ہونے کے علاوہ پیشہ ور قانون دان بھی تھے۔ آپ نے تحریک آزادی کشمیر میں عملی طور پر حصہ لیا تھا اس لیے آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ آپ کی تصنیف میں تاریخ کشمیر کے اہم راز بھی پوشیدہ ہیں۔ تحریک آزادی کے متعلق اپنے تجربات کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

> میں نے خون کی ہولی کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن جیل کی چار دیواری کے اندر بیٹھ کر مارنے والوں کی گولیوں کی آوازیں۔ مرنے والے مظلوموں کی آخری

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

چیخیں، اغوا ہونے والی سیکڑوں معصوم دوشیزاؤں کی بے اثر آہیں اور فریادیں ایک مجبور قیدی کی حیثیت سے کلیجہ تھام کر سنیں۔ (۳)

آپ کی خودنوشت ''کشمکش'' کئی حوالوں سے دوسری آب بیتیوں سے منفرد مقام و مرتبے کی حامل ہے۔ اس میں مظلوم و مقہور، مفلس و نادار کشمیری قوم کے احوال کی بازگشت سنائی دیتی ہے جس کو تخلیق کار نے بڑی مہارت سے قارئین کے سامنے پیش کیا ہے۔ سید محمود آزاد قائد کشمیر کی خودنوشت سوانح کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

ان کا مرنا اور جینا قوم کے لیے تھا اور جب انھوں نے رحلت کی ہے تو ہمارے لیے یہی اوارق چھوڑ گئے ہیں جنھیں ہم کشمیر کی آزادی کے لیے مشعل راہ بنا کر اپنے ملک کی راہیں متعین کر سکتے ہیں۔ (۴)

اس خودنوشت کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب غلام عباس کی ساری زندگی کا احاطہ نہیں کرتی بلکہ ۱۹۴۶ء تک کے واقعات پر مبنی ہے آزاد کشمیر کی حکومت قائم ہونے کے بعد آپ کو جن مسائل سے دوچار ہونا پڑا یہ تصنیف ان واقعات پر روشنی ڈالنے سے قاصر ہے۔ یہ کتاب تاریخ کشمیر کے حوالے سے تو مستند مواد کی عکاس ہے لیکن خودنواشت کے لیے جس لوازمے اور ادبی رنگ کی ضرورت ہوتئ ہے اس معیار پر پورا اترنے سے قاصر دکھائی دیتی ہے۔ کتاب کے آغاز سے اختتام تک ایک مکمل منصوبہ بندی کا فقدان نظر آتا ہے۔ آزاد کشمیر کی اولین خودنوشت ہونے کے ناطے اس کا مقام و مرتبہ اہم ہے۔

۲۔ متاع زندگی از سردار محمد ابراہیم خان

آپ کی پیدائش پونچھ کے علاقے راولاکوٹ میں ۱۹۱۵ء میں ہوئی۔ ۱۹۳۳ء میں پونچھ سے میٹرک اور اسلامیہ کالج لاہور سے ۱۹۳۸ء میں گریجوایشن کی۔ ریاست کشمیر کی حکومت نے آپ کو وظیفہ دیا اور اعلیٰ تعلیم کے لیے برطانیہ چلے گئے وہاں سے بار ایٹ لا کی ڈگری لے کر واپس آئے۔ ۱۹/ جولائی ۱۹۴۷ء کی قرارداد الحاق پاکستاں آپ کے گھر سری نگر میں منظور ہوئی۔ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو جب آزاد کشمیر حکومت کا قیام عمل میں آیا تو آپ اس ریاست کے بانی صدر منتخب ہوئے ریاست کے اس اعلیٰ منصب جلیلہ پر آپ چار بار فائز ہوئے۔ آپ کا انتقال ۳۱/ جولائی ۲۰۰۳ء کو ہوا۔

آپ جہاں سیاست کے میدان کے مرد مجاہد تھے اس کے ساتھ ساتھ قلمی محاذ پر بھی آپ کی خدمات آب سلطانی سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ کی تصنیف ''کشمیر کی جنگ آزادی'' اور ''کشمیر سا گا'' تاریخ جدوجہد کشمیر کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اہم شواہد کی عکاس ہیں اس کے علاوہ آپ کی خودنوشت سوانح عمری ''متاعِ زندگی'' ۱۹۶۶ء کو شائع ہوئی۔

آپ کا تعلق ایک غریب گھرانے سے تھا جس کے ذرائع معاش انتہائی مخدوش تھے۔ آپ نے اپنی پیدائش کو غیر معمولی واقعہ قرار دینے کے بجائے صرف ایک بیٹے کے اضافے کے طور پر بیان کیا کہ مجھ سے قبل چھ بہن بھائی تھے اور میری پیدائش کی بدولت ہم سات ہو گئے۔ اور مصنف نے اپنی ابتدائی تعلیم کے متعلق اس بات کو واضح کیا ہے کہ ابتدا میں آپ پر کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ سردار محمد ابراہیم اپنی شادی کے متعلق بڑی سچائی اور سلیقے سے بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ

> میرا خیال تھا کہ میری اس (ایک انگریز خاتون) سے شادی ہو جائے گی، مگر مسلسل تین سال کی دوستی کے باوجود اس نے بالکل صاف کہہ دیا کہ وہ میری بیوی بننے کے قابل نہیں ہے۔(۵)

اس خودنوشت میں مصنف نے اکتشاف ذات کے علاوہ زندگی کے اہم واقعات کو اختصار کے ساتھ درج کیا ہے۔ آزاد کشمیر کے چار مرتبہ منتخب صدر ہونے کی حیثیت سے وہ سیاست کی غلام گرشوں کے اہم واقعات کو منظر عام پر لا سکتے تھے لیکن اس ضمن میں ان کی یہ تصنیف خاموش نظر آتی ہے۔ مسئلہ کشمیر جو آپ کی زندگی میں اقوام متحدہ میں پیش ہوا اور ہندوستان اور پاکستان کی طرف سے جو موقف پیش کیا جاتا رہا مصنف کو اس پر سیر حاصل بحث کرنا تھی تاکہ اس اہم مسئلے کے اہم خدوخال تاریخ میں امر ہو جاتے۔ ایک بلند پایا سیاست دان ہونے کی حیثیت سے اس خودنوشت کو مثالی ہونا تھا جو ادبی معیارات کی حامل ہوتی لیکن آزاد کشمیر کی اولین دور کی خودنوشت ہونے کی بدولت یہ تصنیف اس مقام پر فائز نہیں ہو سکی۔

۳۔ متاع غرور از محمد خالق انصاری

آپ کا تعلق ضلع میر پور کی تحصیل ڈڈیال کے علاقے چومکھ سے ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۸۳ بکرمی میں ہوئی۔ ۱۹۴۳ء میں آپ نے میٹرک کا امتحان جامعہ پنجاب سے پاس کیا۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے پرنس ویلز کالج جموں میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۷ء تک کا وقت جموں میں ہی گزارا۔ اس دوران آپ نے سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے جس کی بدولت آپ کو کالج کے دور میں ہی گرفتاری سے گزرنا پڑا۔ قیام پاکستان کے بعد آپ نے لا کالج لاہور میں داخلہ لیا۔ ۱۹۵۲ء میں آپ کو وکالت کا لائسنس ملا اور سرگودھا میں وکالت شروع کی۔ آپ کی ساری زندگی کشمیر کی آزادی کے لیے وقف رہی اور آخر کار ۱۵/ جون ۲۰۱۳ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

آپ کی خودنوشت کا نام ''متاعِ غرور'' ہے۔ یہ کتاب ۱۵/ جون ۲۰۱۴ء کو میر پور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب کل چھہتر ابواب پر مشتمل ہے اس کے ابتدائی سولہ ابواب مختلف قسم کے فلسفیانہ افکار سے مزین ہیں جن میں تحدید نعمت، تخلیق کائنات میں تفکر، الارض للہ، تخلیق کا ینات، زندگی اور موت اور کامیاب زندگی کے اہم رازوں کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ان ابواب کو قرآنی آیات سے مزین کر کے مقاصد کو بیان کیا گیا ہے۔ باب سترہ سے لے کر آخری باب تک سوانح عمری کے اہم گوشوں کو بیان کیا گیا ہے۔آپ کی سوانح عمری تحریک آزادی کشمیر کی عملی جدوجہد کا مستند حوالہ ہے لیکن قیام پاکستان کے اہم واقعات کی بھی عینی شاہد ہے۔ ۱۹۵۰ء میں محترمہ فاطمہ جناح جب میر پور میں تشریف لائیں تو اس کے استقبال کے متعلق آپ تحریر کرتے ہیں کہ:

> ہمارے جلوس کے قریب محترمہ فاطمہ جناح نے اپنی کار کھڑی کروائی اور ڈرائیور سے دروازہ کھلوایا۔ میں نے آگے بڑھ کر ہار ڈالے۔(۵)

۱۹۶۴ء میں شیخ عبداللہ جب پاکستان کے دورے پر آئے تو آپ ان کے استقبال کے لیے بھی راولپنڈی گئے اور لیاقت باغ کے جلسے میں شریک نہ ہوئے کیوں کہ آپ میر پور واپس آ گئے تھے تا کہ شیر کشمیر کی میر پور استقبال کے اہم انتظامات کا حتمی شکل دی جائے لیکن پنڈت نہرو کی موت کی وجہ سے وہ میر پور نہ آ سکے بلکہ مظفر آباد سے واپس ہندوستان چلے گئے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں کا آنکھوں دیکھا احوال آپ کی خودنوشت میں موجود ہے۔آپ کی یہ کتاب تحریک آزادی کشمیر کی اہم یادوں کا سرمایہ ہے۔ ناصر سعید انصاری اس کتاب کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

> آزادی پسندوں کے لیے اس کتاب میں وہ تمام باتیں ہیں جن کی لاعلمی کی وجہ سے کچھ شکوک وشبہات جنم لیتے ہیں اور تاریخ دانوں کے لیے وہ واقعات ہیں جس سے تاریخ لکھنے والوں کو راہنمائی میسر آئے گی۔(۶)

اس کتاب کے مندرجات گوناں گوں موضوعات پر محیط ہیں۔ ہماری سیاسی تاریخ کے اہم گوشوں کو منظر عام پر لایا گیا ہے۔کتاب اگر چہ ضخیم ہے لیکن اس کا مطالعہ کرتے ہوئے بوریت کا احساس نہیں ہوتا کیوں کہ جوں جوں ہم اس کتاب کو پڑھتے جاتے ہیں علم و سیاست کے نئے گوشے آشکار ہوتے جاتے ہیں۔ یہ خودنوشت ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی اس لیے پیش لفظ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ کتاب میں کئی واقعات کو مکرر بیان کیا گیا ہے کیوں کہ مصنف نے جس طرح واقعات کو بیان کیا تھا ان کو من اوعن شائع کیا گیا ہے البتہ اگر دوبارہ اس کتاب کی اشاعت ہوئی تو اس سقم کو دور کر دیا جائے گا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

یہ خودنوشت اپنے بے لاگ تجزیے اور ادبی چاشنی کا ایک مرقع ہے۔ کتاب پڑھنے کے ساتھ اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف قوی حافظے کے علاوہ ادب کے اسلوبی پہلوؤں سے بھی واقف ہے۔قرآنی آیات اور کلام اقبال سے مزین یہ خودنوشت آزاد کشمیر کی ادبی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے۔مصنف نے اس دور کی معاشرت کی بڑی خوب صورتی سے عکاسی کی ہے کہ پہاڑ، دریا اور ندی نالے تو اپنے قدرتی حسن سے مالا مال تھیں مگر غربت اور پس ماندگی عام تھی۔ ذہنی سکون اور باہمی احترام اور رواداری کا رشتہ استوار تھا۔ آپ نہایت ہی مدبر، سیاسی شعور کے حامل، لوگوں کے محسن اور فیاضی وسخاوت کی زندہ مثال ہیں۔

۴۔ہم جو گزار چکے از محمد اکرم خاں

آپ کی پیدائش ۴/اپریل ۱۹۲۴ء کو آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد میں ہوئی۔ میٹرک کا امتحان مظفر آباد سے اور ایف اے سری پرتاب سنگھ کالج سری نگر سے کیا۔ بی اے کی ڈگری امر سنگھ کالج سری نگر سے اول پوزیشن میں حاصل کی۔ قانون کی تعلیم لاہور سے جامعہ پنجاب سے حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں بطور قانون دان پریکٹس شروع کی۔ آپ آزاد کشمیر کے ہائی کورٹ کے چیف جسٹس بھی رہے۔ آپ ۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے میں شدید زخمی ہوئے اور آخر کار ۲۴/اپریل ۲۰۰۶ء کو آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کو مظفر آباد میں ہی سپردِ خاک کیا گیا۔

آپ کی خودنوشت کا عنوان ''جو ہم گزار چکے'' ہے یہ تصنیف اپریل ۲۰۱۴ء کو نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر سٹڈیز میر پور کے ادارے سے شائع ہوئی۔ آپ کی یہ خودنواشت چار اجزا پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کا عنوان ہے، ''کچھ اپنے متعلق'' اس عنوان کے تحت آپ نے اپنا نسب نامے کا ذکر کیا ہے ہمارا شجرہ نسب حضرت علی سے ملتا ہے کہ ہمارے آبا و اجداد بغداد سے ہجرت کر کے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ مصنف نے اپنے تعلیمی کیریئر کو بڑی صراحت سے قلم بند کیا ہے۔ اپنی گھریلو زندگی کو بغیر کسی لگی لپٹی بیان کرتے ہوئے اپنی دونوں بیگمات کو موازنہ کرتے ہوئے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے کیوں کہ اگر قاری کے روبروں اصل حقائق کو چھپانا بھی علمی بد دیانتی کے زمرے میں آتا ہے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ:

> دو بیگمات ہیں، ایک گاؤں میں اور دوسری شہر میں۔ گاؤں والی کی صحت ٹھیک ہے یا یوں کہیے کہ واجبی ہے جب کہ شہر والی بلڈ پریشر، زیابیطس اور دل کی بیماریوں میں مبتلا ہے۔گاؤں والی بے حد سادہ اور خدمت گزار قسم کی عورت ہے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

جب کہ شہر والی تند خو، تیز مزاج اور بیماری کے باعث چڑ چڑی ہوگئی ہے۔(۷)

اس خودنوشت کا دوسرے حصے کا عنوان ''ریڈیو ٹاک'' ہے جس میں مصنف نے اپنی زندگی میں ریڈیو پر پڑھے گئے اہم مقالات پر بحث کی ہے جو مختلف اوقات میں ریڈیو سے نشر ہوتے رہے ہیں۔ ان مقالات میں تاریخ کشمیر کے علاوہ اقبال بحیثیت فن کار، فیض احمد فیض کی شاعری اور مولانا محمد علی جوہر اور تحریک پاکستان زیادہ نمایاں ہیں۔ علامہ اقبال والا مقالہ انتہائی پر مغز ہے بلکہ اس کو پڑھ کر یہ ادراک ہوتا ہے کہ اہلِ کشمیر کو اقبال سے کتنا شغف ہے۔ ''کشمیر کو اقبال پر فخر ہے اور اقبال کو کشمیر پر مجھے ان دونوں پر فخر ہے۔ میں اپنے موضوع، کشمیر، اقبال اور اپنے آپ پر ظلم کروں گا اگر میں آپ کو موسم بہار میں کشمیر نہ لے چلوں۔ وکیل ہونے کی حیثیت سے میں سیز فائر لائن کو توڑنے کے قانون سے واقف ہوں لیکن آیئے ذرا قانون شکنی کر لیں۔''(۸) اس کتاب کا تیسرے حصہ ''ڈائری کے اوراق'' کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں آزاد کشمیر میں قانوں سازی کے ارتقا کے متعلق اہم نکات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ آزاد جموں و کشمیر گورنمنٹ ایکٹ ۱۹۶۴ء اور ۱۹۶۸ء کے اہم خدوخال کا ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ سیاسیات کشمیر کے حوالے سے مسلم کانفرنس کو نیشنل کانفرنس میں تبدیل کرنے کے اہم نکات کو بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ کتاب کے آخری حصے کا عنوان ''شخصیات'' ہے۔ مصنف نے اس حصے میں کشمیر کی اہم سیاسی، اور مذہبی شخصیات کے کوائف کا ذکر محبت سے بیان کرنے کے علاوہ کشمیر کی جنگ آزادی میں اہم عسکری کردار ادا کرنے والوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ آزاد کشمیر ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ چیف جسٹس عبدالمجید ملک کے بے مثال حافظے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:

> جسٹس محمد اکرم کا مطالعہ اس قدر وسیع تھا کہ وہ علم وادب اور دانش کے مختلف پہلوؤں کو اپنے تاریخی فیصلوں میں بھی سموتے۔ ان کی مہارت، قابلیت، عقل و دانش کو دیکھتے ہوئے ہمیں حیرت ہوتی تھی۔ اعلیٰ عدلیہ کے جج صاحبان اور وکلا بھی ان سے راہنمائی اور معاونت لیتے تھے۔(۹)

اس خودنوشت میں ابواب بندی کی کی شعوری کوشش نظر آتی ہے۔ محمد اکرم خان نے اپنی تحریر میں جا بجا صداقت سے کام لیا ہے۔

۵۔ سعی مسلسل از عبدالغفور

آپ کی پیدائش ۱۰/ اکتوبر ۱۹۲۶ء کو چومکھ تحصیل و ضلع میر پور میں ہوئی۔ پرائمری تعلیم چومکھ سے حاصل

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کرنے کے بعد ۱۹۴۳ء میں گورنمنٹ ہائی سکول میرپور سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۲ء میں جامعہ پنجاب سے بی اے کی ڈگری حاصل کی اور اس ہی سال یونی ورسٹی لا کالج لاہور میں وکالت میں داخلہ لیا۔ قانون کی تعلیم سے فارغ ہوکر آپ نے میرپور میں وکالت کا باقاعدہ آغاز کیا۔اپنے پیشے سے محبت اور محنت کے سبب آپ ہائی کورٹ کے جج کے منصب تک پہنچے۔آپ کو ریٹائرڈ منٹ کے بعد آزاد کشمیر پبلک سروس کمیشن کا سربراہ بنایا گیا اس کے بعد آپ کو چیئر میں زکوۃ کونسل مقرر کیا گیا۔ اس منصب پر بھی آپ نے فرض شناسی اور دیانت داری کے دامن کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

آپ کی خودنوشت ''سعیِ مسلسل'' ساٹھ عناوین کا مجموعہ ہے۔کتاب کے پہلے عنوان ''میرا گاؤں'' کے تحت مصنف نے اپنے علاقے چومکھ کی تاریخ و جغرافیہ بڑے احسن انداز میں تحریر کیا ہے اور اپنے گاؤں کے اہم خدوخال کے علاوہ تحریک آزادی کشمیر میں اس کے اہم کردار کو موضوع بحث بنایا ہے۔منگلا ڈیم کی تعمیر کے دوران مقامی افراد کو جن مسائل کا سامنا کرنا پڑا مصنف ان واقعات کا عینی شاہد ہے۔متاثرین منگلا ڈیم کی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے مصنف لکھتا ہے کہ:

> منگلا ڈیم نے تحصیل میرپور کے وسیع وعریض علاقے کو اپنی لپیٹ مین لے لیا ہے۔ ایک لاکھ کے قریب لوگوں کو آبائی گھر چھوڑ کر نئی جگہوں پر آباد ہونا پڑا۔ متاثرین منگلا ڈیم میں نوے فیصد لوگوں کا آبائی پیشہ کاشتکاری تھا اس لیے حکومت پاکستان نے کاشتکار متاثرین منگلا ڈیم کی آبادکاری کے لیے پنجاب کے اضلاع گجرات، سرگودھا، فیصل آباد، جھنگ اور ڈیرہ غازی خان میں سرکاری اراضی جو کہ ویران پڑی تھی، لیکن قابل کاشت تھی مختص کی۔(۱۰)

یہ خودنوشت پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف نے جہاں سفر حج بیت اللہ شریف کیا اس کے ساتھ ساتھ آزاد کشمیر کے سیاحتی مقامات قلعہ باغ سر، سرائے سعد آباد، شاردا، کیل، پیر چناسی اور تولی پیر جیسے اہم مقامات کی سیاحت سے بھی لطف اندوز ہوئے ہیں۔ بدھ دور کی قدیم شاردا یونی ورسٹی کو دیکھنے کی خواہش کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> بدھ مت کے دور کی یونی ورسٹی دیکھنے کی میری خواہش تھی، لیکن میں اسے نہ دیکھ سکا۔ مجھے بتایا گیا کہ یونی ورسٹی کا کیمپس کافی دور ہے، پیدل جانا ہوتا ہے، وہاں کچھ بھی نہیں ہے جس کو آپ دیکھ سکیں گے۔البتہ مجھے اس دور کی منصفی دکھائی گئی۔ یہ ایک چھوٹے سے کمرے کی چار دواریں ہیں جن پر کوئی چھت نہیں ہے اور نہ

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہی چھت کے آثار پائے جاتے ہیں۔(۱۱)

یہ خودنوشت جو ایک قانون دان اور جج کی ہے انتہائی سادہ زبان میں سپردِ قلم کی گئی ہے۔ غیر ضروری تفصیلات سے بالکل مبرا، مبالغوں سے تہی، ادب کے مصالحہ سے خالی اور داستان گوئی سے الگ تھلگ ہے۔ اس خودنوشت کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب سادگی، سچائی اور صفائی پر مشتمل ایک جج کی شہادت ہے جو اس نے تاریخ کی عدالت میں ریکارڈ کروائی ہے۔ واقعات میں ایک زمانی تسلسل موجود ہے جس کی وجہ سے قاری کے ذہن میں ایک تاریخ گھومتی رہتی ہے۔

۶۔ میزان زیست از سید منظور حسین گیلانی

آپ کی پیدائش جون ۱۹۴۷ء میں ہوئی۔ تقسیم کشمیر کے ساتھ ہی آپ کے والدین ہجرت کر کے آزاد کشمیر میں تشریف لے آئے پہلے لیپہ اور پھر مظفر آباد میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ کے والدین نے آپ کو حصول تعلیم کی غرض سے ننھیال مقبوضہ کشمیر میں بھیج دیا۔ ۱۹۶۴ء میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد ۱۹۶۸ء میں بی اے کا امتحان پاس کیا۔ جولائی ۱۹۷۰ء میں آپ نے علی گڑھ یونی ورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی اور سری نگر میں وکالت کا آغاز کیا۔ اکتوبر ۱۹۷۱ء میں آپ کی شادی ہوئی اور اسی سال سول سیکریٹریت سری نگر میں آپ کو سرکاری ملازمت بھی مل گئی جو انڈر سیکریٹری کے ہم پلہ تھی۔ مارچ ۱۹۷۶ء کو آپ کے نانا جان کی رحلت ہو گئی اور ننھیال سے واپسی کا سفر ۱۸/ اگست ۱۹۷۶ء کو باندھا اور بذریعہ ریل گاڑی امرتسر سے لاہور آئے اور وہاں سے اپنے گھر مظفر آباد میں منتقل ہو گئے۔

آپ کی خودنوشت ''میزانِ زیست'' کے عنوان سے ۲۰۱۷ء کو جمہوری پبلی کیشنز، لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب کل پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ کتاب کے آغاز میں مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک مبسوط مقدمہ ہے جس میں اس خودنوشت کے اہم خدوخال پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

> یہ خودنوشت محض خودنوشت نہیں بلکہ ایک لحاظ سے کشمیر کے دونوں حصوں میں ہونے والے واقعات کے ایک چشم دید گواہ کا بیان ہے۔ میں نے صرف ان واقعات کا ذکر کیا ہے جن کو میں نے ذاتی طور پر دیکھا۔(۱۲)

اس تصنیف میں تمام واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ احسن انداز میں قلم بند کیا گیا ہے۔ مقبوضہ کشمیر میں درپیش مشکلات، سیاسی اور طبقاتی کشمکش کے علاوہ برادری زدہ سیاست اور وہاں پر گزارے ہوئے دنوں کا احوال

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

پڑھ کر قاری کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ پاک بھارت جنگوں میں خون کی ہولی کو مقبوضہ کشمیر میں رہتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مقبوضہ کشمیر کے طلسماتی حسن کو غاصب حکمرانوں کے ہاتھوں مسخ ہوتے ہوئے دیکھا۔ ان واقعات کے متوازی مصنف نے زینی گھریلو زندگی کے اہم واقعات سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔ مصنف اپنی گھریلو زندگی کی اہم مصروفیات کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

> اس دوران میں میری بیوی کی تقرری بطور ٹیچر ہوگئی اور اس کو ٹریننگ کے لیے سوپور ٹریننگ سکول میں بھیجا گیا۔ اس وقت ہمارے دو بچے تھے جن میں سے چھوٹی بیٹی فہمیدہ تھی۔ مجھے دن بھر اس کا خیال رکھنا پڑتا تھا کیوں کہ وہ بہت رویا کرتی تھی اور اس کے رونے کی وجہ سے مجھے بہت کوفت ہوتی تھی۔ (۱۳)

مصنف نے اس خودنوشت میں آزاد کشمیر کے اہم سیاسی اور انتظامی امور کے متعلق اپنے مشاہدات کو قارئین تک رسائی دی ہے۔ مصنف بطور چیف جسٹس آزاد کشمیر بھی فرائض منصبی ادا کرتا رہا اور سپریم کورٹ آزاد کشمیر میں بطور جج کام کرنے کا تجربہ بھی رہا ہے۔ اس تعفن زدہ نظام کی بدولت آپ کو بطور جج سپریم کورٹ سے مستعفیٰ بھی ہونا پڑا۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے مقبوضہ کشمیر، آزاد کشمیر اور پاکستان کی اہم شخصیات کا احوال بھی بیان کیا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کی شخصیات میں پیر حسام دین، پروفیسر عبدالغنی بٹ، سید علی گیلانی، ایس کے سہنا اور مفتی محمد سعید آزاد کشمیر کی شخصیات میں سردار عبدالقیوم خان، سردار محمد ابراہیم خان، خورشید خان، سردار سکندر حیات، ممتاز حسین راٹھور، بیرسٹر سلطان محمود، راجا فاروق حیدر، خالد ابراہیم امان اللہ خان اور پاکستانی اشخاص میں جنرل اشفاق پرویز کیانی اور جنرل مشرف شامل ہیں۔ کتاب کے پندرہویں باب جس کا عنوان متفرقات ہے اس میں مصنف نے آزاد کشمیر میں غیر سیاسی جماعتوں کے کردار کے متعلق تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ایک ''اعشاریہ'' کا اہتمام بھی موجود ہے چناں چہ میزان زیست میں اختصار و جامعیت کا خوب صورت امتزاج ملتا ہے۔ سید منظور گیلانی آغاز سے لے کر حرف آخر تک قاری کی توجہ کو اپنی سوانح عمری کی طرف مبذول رکھنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔

۷۔ باغ شیریں سے بریڈفورڈ تک از محمد سلیم

آپ کی پیدائش ۱۹۴۰ء میں ضلع میرپور کے ایک گاؤں باغ شیریں میں ایک متوسط گھرانے میں ہوئی۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے مسلمانوں کی عظیم مملکت پاکستان کا قیام عمل میں آیا اور اس کے ساتھ ہی جنت نظیر کشمیر

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

میں ایک خونی دور کا آغاز ہو گیا۔آپ نے میٹرک کا امتحان لاہور بورڈ سے پاس کیا۔ثانوی امتحان پاس کرنے کے بعد میں نے بجلی کی وائرنگ کا کام سیکھ لیا اور فیصل آباد میں ایک کارخانے میں ملازمت شروع کر دی۔ اس کارخانے سے آپ کو ۱۹۵۹ء میں ملازمت سے برخواست کر دیا گیا۔ جب منگلا ڈیم کی تعمیر کا آغاز ہوا تو آپ بھی متاثرین کی فہرست میں شامل تھے جس کی بدولت حکومت پاکستان کی پالیسی کے مطابق آپ کو بھی انگلستان کا ویزہ مل گیا اور ۱۹۶۱ء میں برطانیہ روانہ ہو گئے۔ ۱۹۶۲ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ برطانیہ میں اپنی رہائش کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

> اس مکان کو کچھ عرصہ بعد گورنمنٹ نے گرا دینا تھا۔اس لیے وہ سستا مل گیا۔اس مکان میں کوئی باتھ روم نہ تھا اس مکان کے بیک ٹو بیک ایک کمرہ نیچے اور دو اوپر اور ایک کچن تھا اس میں ہم نے تین سال رہائش رکھی۔(۱۴)

آپ نے برطانیہ میں ان تھک محنت کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر مکمل بھروسا کر کے اپنا کاروبار شروع کیا جس نے دن دگنی رات چگنی ترقی کی۔آپ نے اپنے تین بیٹوں اور ایک بیٹی کے ساتھ عمرے کی سعادت کے لیے سعودی عرب تشریف لے گئے۔عمرے کی ادائیگی کے بعد آپ نے افغانستان کی سیاحت کا پروگرام بنایا اور اس سفر کے دوران آپ نے غزنی میں محمود غزنوی کے مزار پر حاضری دی اور کابل کے راستے میر پور واپس آئے۔ آپ نے اپنے کاروبار سے اہلِ آزاد کشمیر کے لیے ایک امراض قلب کے لیے میر پور میں ایک وسیع و عریض عمارت بے تعمیر کروائی جس کا افتاح وزیر اعظم آزاد کشمیر نے کیا اس ہسپتال کی بدولت اب لوگوں کو دل کے امراض کے علاج کے لیے اسلام آباد یا لاہور نہیں جانا پڑتا بلکہ یہ سہولت میر پور میں ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں مفت میں موجود ہے۔اس خودنوشت کے متعلق مصنف تحریر کرتے ہیں کہ:

> خلوص و بھائی چارے کا دامن کبھی بھی نہ چھوڑیں کیوں کہ اس کے دورس نتائج قابل تحسین ہوتے ہیں۔ یہ صرف اور صرف میری اپنی داستان ہے جس کا اظہار کیا گیا ہے۔لیکن پھر بھی اگر میرے کسی دوست یا اپنوں کو اچھا نہ لگے تو میں دل کی گہرائیوں سے معذرت خواہ ہوں۔(۱۵)

یہ مختصر سوانح حیات جو صرف ایک سو ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور ابواب بندی کے بندھن سے بالکل آزاد ہے۔ اس میں مصنف نے بچپن کے واقعات ذاتی اور علاقے کی غربت تنگ دستی اور خستہ حالی کو جس سچائی کے ساتھ بیان کیا ہے اس سے اس سوانح حیات کی قدر و منزلت میں گراں قدر اضافہ ہو گیا ہے۔علاقے کی پس ماندگی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سے جو نقوش سامنے آتے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ باہمی الفت و محبت اور جذبہ خیر سگالی اس دور کا طرہ امتیاز تھا۔ یہ خودنوشت ایک ایسے انسان کی ہے جس نے اپنی قوت ارادی اور پختہ عزم سے غربت کی لکیروں کو مٹا کر رفعتوں کی منزلیں طے کیں اور اپنے وطن اور دیارِ غیار میں قابل ذکر عروج پایا۔

۸۔ دعا کر چلے از محمد اکرم طاہر

پروفیسر محمد اکرم طاہر کا تعلق تو پاکستان کے شہر شیخوپورہ سے ہے لیکن انھوں نے ۱۹۵۷ء سے لے کر ۲۰۰۲ء تک آزاد کشمیر میں درس و تدریس کے فرائض منصبی سرانجام دیے اور ان کی خودنوشت سوانح ''دعا کر چلے'' ان ہی ایام کا تجربہ ہے اس لیے اس کو بھی مقالے کا حصہ بنایا ہے۔ آپ کی یہ سوانح کل سترہ ابواب کا مجموعہ ہے۔ کتاب کے آغاز میں مصنف نے اپنے خاندانی حالات کا ذکر تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، پطرس بخاری، ڈاکٹر محمد صادق جیسے روشنی کے میناروں سے لاہور میں گورنمنٹ کالج میں فیض حاصل کیا۔ اس کے علاوہ فیض احمد فیض، ظہیر کاشمیری اور زہرہ نگاہ سے کالج کے مشاعروں میں شرف ملاقات حاصل کی۔ اہلِ کشمیر نے آپ کو جو بے مثال اور بے لوث محبت دی اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

> میں نے اپنی بساط کے مطابق اہلِ کشمیر کی خدمت کی جس کے جواب میں مجھے لوگوں کی بھرپور محبت اور شاگردوں کی لازوال عقیدت میسر آئی۔ مجھے یہ بات ریکارڈ پر لاتے ہوئے دلی مسرت ہو رہی ہے کہ پوری چالیس برس... ریٹائرمنٹ کے پانچ برس بعد حکومت نے مجھے اور میرے کنبہ کو باشندہ ریاست درجہ سوم کے سرٹیفکیٹ جاری کر دیے۔(۱۶)

پروفیسر محمد اکرم نے لاہور میں جن اساتذہ سے فیض حاصل کیا ان کی بدولت آپ کے اندر کا شعر کا ذاتی جوہر بیدار ہو گیا اور شاعری میں طاہر تخلص کر کے کلام موزوں کرنے لگے۔ آپ کی شاعری کے اردو مجموعے ''شام کی دہلیز''، ''اندر باہر کے موسم'' اور ''خواب دیکھتے جاؤ''۔ اور ایک پنجابی مجموعہ ''پوتھی کالیاں راتاں دی'' منظرِ عام پر آ چکے ہیں جو داد تحسین کے نشیب و فراز سے گزر کر جاوداں ہو چکے ہیں۔ آپ اپنی حس لطافت کو اس طرح اجاگر کرتے ہیں کہ ''اپنی اپنی محبوبہ کے بارے میں تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے جب کہ اپنی بیوی پر اظہار خیال کرنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔''(۱۷) اس سوانح عمری میں مصنف نے جا بجا اشعار کا سہارا تو نہیں لیا لیکن واقعات کو بالکل سادے انداز میں بھی بیان نہیں کیا بلکہ بعض مقامات پر اشعار سے تڑکا لگایا ہے۔ مصنف نے اس بات کا

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

اقرار کیا ہے کہ اکثر واقعات کو تعلق حافظے سے ہے اور طرز تحریر نہ بالکل سادہ ہے اور نہ ہی مکمل ڈرامائی انداز اختیار کیا گیا ہے۔

کشمیر حسین و جمیل خطہ ارضی ہے لیکن یہ محکوم و مجبور اور اسیر بھی ہے۔ کسی مصنف نے اس کے حسن کا چرچا کیا ہے تو کسی صصنف نے اس کی مظلومی کی داستان کو زیرِ بحث لایا ہے۔ کشمیر کا چہرہ بہت حسین و جمیل ہے لیکن اس کا جسم و روح زخموں سے نڈھال ہے کسی نے اس کے ظاہری حسن کو موضوع بنایا تو کوئی اس کے باطن میں اتر کر سوز پہناں اور غم نہاں کو کرید کر منظرِ عام پر لایا اس طرح کشمیر کے ادب کا ایک گراں قدر سرمایہ معرض وجود میں آیا ہے۔

اس مقالے میں آزاد کشمیر میں خودنوشت سوانح عمری کی روایت کے اہم خدوخال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جن سوانح عمریوں کو زیرِ بحث لایا گیا ہے ان کے مصنّفین کا تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے ہے جیسے چوہدری غلام عباس اور سردار محمد ابراہیم خان سیاست کے مرد مجاہد اور ریاست کے اہم عہدوں پر فائز رہے ہیں لیکن ان کی سوانح عمریوں میں کئی بھی احساس تفاخر کا شائبہ تک موجود نہیں ہے۔ ان کی خودنوشتوں میں شعور کی رو کی کیفیت موجود ہے۔ یہ مصنّفین اپنی خودنوشت میں اپنی ذات مکمل اظہار کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ جزائیات اور واقعات کی مکمل تصویر کشی کے علاوہ واضح منصوبہ بندی کا بھی فقدان موجود ہے۔ محمد اکرم خان، منظور حسین گیلانی اور عبدالغفور کا تعلق اعلیٰ عدلیہ سے تھا ان کی خودنوشت میں ایک واضح منصوبہ بندی کا عنصر موجود ہے۔ جزئیات نگاری، نظریات اور واقعات کا تسلسل موجود ہے۔ اس کے علاوہ محمد سلیم تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے، ان کی سوانح عمری صرف اپنے کاروبار کی تشہیری مقاصد تک محدود ہے جس میں علمی و ادبی چاشنی کے علاوہ منصوبہ بندی کا مکمل فقدان ہے۔ جب کہ محمد خالق انصاری کو بھی کشمیر کے حریت پسندوں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی خودنوشت میں ادبی چاشنی کے علاوہ واضح منصوبہ بندی نظر آتی ہے۔ واقعات کی احسن انداز میں عکاسی کی گئی ہے اور صداقت شعاری کا پہلو نمایاں ہے۔ محمد اکرم خان طاہر کا تعلق ادبی دنیا سے ہے وہ شاعر اور مصنف بھی ہیں اس لیے ان کی سوانح عمری میں ذات کا اظہار اور ذات کی مکمل ترجمانی کی گئی ہے۔ کتاب کو مکمل منصوبی بندی اور ابواب بندی سے مرتب کیا گیا ہے۔ لیکن ان تمام افراد میں ایک خصوصیت مشترک ہے کہ تقسیم کشمیر کا سانحہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اس لیے کشمیر کے غموں کی فضا سازی اور ظلم کے عفریت کی شدت سب کے ادب پاروں میں دکھائی دیتی ہے بھارتی مظالم کا چرچہ ہر سوانح عمری کا خاصا نظر آتا ہے۔

آزاد کشمیر کی دھرتی میر پور میں دریائے جہلم پر منگلا ڈیم کی تعمیر کے نتیجے میں میر پو اور رڈ ڈیال کے قدیم

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

تاریخی شہر اور ان سے ملحقہ تقریباً تین سو گاؤں زیرِ آب آئے تھے جس کی بدولت مقامی لوگوں کو جس طرح پنجاب کے دور دراز کے علاقوں میں آباد کیا گیا اور لوگوں نے اپنے پیاروں کی قبروں کو قوم کی بقا کے لیے ڈبونے کی اجازت دی اس کی کسک بھی ان خودنوشت سوانح عمریوں کا ایک اہم موضوع ہے۔

ان سوانح عمریوں میں تشبیہات و استعارات، منظر نگاری اور جزائیات نگاری جیسے فنی لوازمات کا فقدان نظر آتا ہے جس کی وجہ آزاد کشمیر کے باسیوں کا ہر وقت بھارتی آہنی گولہ بارود کی موجودگی میں اپنی زندگی کو بسر کرنا ہے۔ان سوانح عمریوں میں خود ستائی سے مکمل چشم پوشی اختیار کی گئی ہے۔مصنّفین نے اپنے احوال کو انتہائی دھیمے لب و لہجے اور معروضیت میں صفحہ قرطاس پر لایا ہے۔ مافوق الفطرت عناصر بھی ان سوانح عمریوں میں مفقود نظر آتے کیوں کہ اہلِ کشمیر اپنی زندگی کو حقائق پر گزارنے کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔ اگر ان سوانح عمریوں کو تحقیق کے مروجہ اصول وضوابط کے تحت زیرِ بحث لایا جائے تو ان میں بے شمار فنی نقائص موجود ہیں لیکن اہلِ کشمیر کے مخصوص حالات کی بدولت یہ ادبی سرمایہ بھی گراں مایہ کی حیثیت رکھتا ہے جو انمول ہے۔ یہ کاوشیں نئی کشمیری نسل کے لیے نشانِ منزل کی حیثیت رکھتی ہیں تاکہ اہلِ کشمیر اپنے شاندار ماضی کی جھلک ان میں دیکھ سکیں۔

حواشی

۱۔ پروفیسر نذیر احمد تشنہ، ''اوراقِ جموں و کشمیر''، (بھمبر؛ عتیق پبلشرز، س ن)، ص ۲۳۳
۲۔ محمد سعید اسعد، ''جموں کشمیر بک آف نالج''، (میر پور؛ نکس، ۲۰۰۹ء)، ص ۲۱۶، اشاعت دہم
۳۔ چودھری غلام عباس، ''کشمکش''، (راولپنڈی: فیروز سنز، ۱۹۵۴ء)، ص ۲۵۳
۴۔ محمود آزاد، ''حیاتِ قائدِ کشمیر''، (راولپنڈی، بک سینٹر، س ن،)، ص ۹
۵۔ سردار محمد ابراہیم خان، ''متاعِ زندگی''، (راولاکوٹ: دھرتی پبلی کیشنز، س ن)، ص ۸۳
۵۔ محمد خالق انصاری، ''متاعِ غرور''، (میر پور: نکس، ۲۰۱۴ء)، ص ۳۴۸
۶۔ ایضاً، ص ۸۔۹
۷۔ محمد اکرم خان، ''جو ہم گزار چکے''، (میر پور؛ نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر سٹڈی، ۲۰۱۴ء)، ص ۴۷
۸۔ ایضاً، ص ۱۰۵
۹۔ ایضاً، ص ۱۰
۱۰۔ عبدالغفور، ''سعیِ مسلسل''، (لاہور؛ حافظ پریس، س ن)، ص ۵۱
۱۱۔ ایضاً، ص ۱۹۵
۱۲۔ سیّد منظور حسین گیلانی، ''میزانِ زیست''، (لاہور: جمہوری پبلشرز، ۲۰۱۷ء)، ص ۲۶۔۲۷
۱۳۔ ایضاً، ص ۱۳۳
۱۴۔ محمد سلیم، ''باغِ شیریں سے بریڈفورڈ تک'' (گوجرانوالہ: عمران جمیل پرنٹنگ پریس، س ن)، ص ۱۶۰

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۶۰
۱۶۔ پروفیسر محمد اکرم طاہر، ''دعا کر چلے'' (میر پور؛ کاشر پبلشرز، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۸۸
۱۷۔ ایضاً، ص ۲۰۴

ماٰخذ

۱۔ آزاد، محمود، ''حیاتِ قائدِ کشمیر''، راولپنڈی: بک سینٹر، س ن
۲۔ اسعد، محمد سعید، ''جموں کشمیر بک آف نالج''، میر پور: نکس، ۲۰۰۹ء، اشاعت دہم
۳۔ انصاری، محمد خالق، ''متاعِ غرور''، میر پور: نکس، ۲۰۱۴ء
۴۔ تشنہ، نذیر احمد، پروفیسر، ''اوراقِ جموں و کشمیر''، بھمبر: عتیق پبلشرز، س ن
۵۔ خان، محمد ابراہیم، سردار، ''متاعِ زندگی''، راولاکوٹ: دھرتی پبلی کیشنز، س ن
۵۔ خان، محمد اکرم، ''جو ہم گزار چکے''، میر پور: نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف کشمیر سٹڈی، ۲۰۱۴ء
۷۔ سلیم، محمد، ''باغِ شیریں سے بریڈفورڈ تک''، گوجرانوالہ: عمران جمیل پرنٹنگ پریس، س ن
۸۔ طاہر، محمد اکرم، پروفیسر، ''دعا کر چلے''، میر پور: کاشر پبلشرز، ۲۰۰۶ء
۹۔ عباس، غلام، چودھری، ''کشمکش''، راولپنڈی: فیروز سنز، ۱۹۵۴ء
۱۰۔ عبدالغفور، ''سعیِ مسلسل''، لاہور: حافظ پریس، س ن
۱۱۔ گیلانی، منظور حسین، چودھری، ''میزانِ زیست''، لاہور: جمہوری پبلشرز، ۲۰۱۷ء